تحدید نسل کی جدید صورتیں اسلامی نقطہ نظر سے

موضوع کا تعارف

مولانا محمد رفیق بالاکوٹی

نگران شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

خاندانی منصوبہ بندی یا خاندان کی فلاح و بہبود کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہے کہ وسائل اور اخراجات کی اس طرح تنظیم کرنا کہ خاندان کے ہر رکن کو اس کے حقوق ملیں تاکہ وہ اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے سایہ میں ارتقاء کی منازل طے کرے، گویا کہ خاندانی منصوبہ بندی وسائل اور مصارف کے درمیان توازن قائم کرنے کی سرگرمی کا نام ہے۔ اگر خاندانی منصوبہ بندی کا یہ مفہوم درست ہو تو اسے ملکی سیاست و مصلحت کا حصہ کہا جانا چاہیے، مگر امر واقعہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی یا خاندان کی فلاح و بہبود یا بہبود آبادی کا خوشنما وسیع عنوان ‘‘ضبط ولادت’’ کے ذیلی عنوان میں جا کر سمٹ جاتا ہے۔

چنانچہ مذکورہ عناوین کے تحت کوئی بھی پروگرام کسی بھی نیک و بدعنوان سے شروع کیا جائے، اس کا اختتام موانع حمل کی تدابیر و طریق کار پر ہوگا، اور پورا زور اس بات پر نظر آئے گا کہ معاشی ترقی اور اقتصادی خوشحالی کے لئے آبادی کی بڑھتی ہوئی شرح میں اس حد تک کمی لانا ہے کہ وسائل کی قدر آبادی کی شرح سے زیادہ رہے، جس کی واحد صورت یہ ہے کہ آبادی پر مضبوط رکاوٹ باندھی جائے اور والدین کم سے کم بچے پیدا کریں، اب اس سلسلے میں اہم سوال میاں بیوی کے طبعی جذبات اور ضروریات کا بھی ہے تو اس کے لئے کئی تدابیر اور طریقے متعارف کروائے جاتے ہیں، یہی دراصل خاندانی منصوبہ بندی کا ہدف ہے، گویا خاندانی منصوبہ بندی ایسا تکون ہے جو ۱:..تحدید نسل (آبادی کا محدود ہونا) ۲:...ضبط ولادت (بچوں کی پیدائش میں وقف، بندش) ۳:...اور ان دونوں کا بنیادی محرک (فقر و فاقہ، معاشی بدحالی سے بچنے اور خوشحال ترقی یافتہ زندگی کی خاطر تحدید نسل اور ضبط ولادت کے فلسفے کو اپنانا اور اجاگر کرنا)

نتیجہ کے لحاظ سے خاندانی منصوبہ بندی کا ‘‘بنیادی محرک’’ مقدمہ اولیٰ ہے، آبادی کا کنٹرول مقدمہ ثانیہ ہے اور ضبط ولادت (برتھ کنٹرول) ان دونوں کا لازمہ یا نتیجہ ہے۔

‘‘خاندانی فلاح و بہبود’’ کی سرگرمیوں کا محور چونکہ ضبط ولادت ہے، اس لیے ہماری گفتگو کا محور بھی ‘‘ضبط ولادت’’ ہی رہے گا، البتہ منطقی استدلال کے تحت نتیجے سے قبل دونوں مقدموں کا مختصر جائزہ لینا بھی مناسب ہے، تاکہ عقل پرست طبقہ جان سکے کہ ‘‘ضبط ولادت’’ کا موضوع اسلامی ہے یا نہیں؟

اس موضوع کی خدمت میں اگر اسلام کی روح پائی جاتی ہے تو دینی عناوین کے تحت اس موضوع کی خدمت کرنے

والے اہل علم حضرات، تبلیغ دین کا فرض نبھا رہے ہیں، ان کی کوششیں قابل ستائش ہونی چاہئیں، اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو پھر ایک تو ان اہل علم کو اپنے کردار پر نظر ثانی کرنی چاہیے، دوسرے یہ کہ ان کی علمی کاوشیں اس تاویل وتحریف کے زمرے میں شمار ہو سکتی ہیں جن سے امت مسلمہ کو آگاہ کرنا علماء ربانیین کے فرائض میں شامل ہے۔

خاندانی منصوبہ بندی کا تاریخی وواقعاتی پس منظر!

فقر وفاقہ، معاشی بدحالی سے نجات یا بچاؤ کے لئے اور خوشحال ترقی یافتہ زندگی گزارنے کی خاطر آبادی کو کم کرنے، غذائی مواد واجناس اور آبادی کی رفتار میں تناسب قائم رکھنے کا نظریہ کب، کیسے اور کیوں رواج پذیر ہوا؟ فقہی پہلوؤں سے قبل اس کا جائزہ لیتے ہیں، چنانچہ آج سے تقریبا تین سو سال قبل ۱۷۹۸ء میں ٹامس رابرٹ مالتھس نے یہ نظریہ پیش کیا تھا، جسے یہ غم دامن گیر تھا کہ جس رفتار سے انگلستان کی آبادی بڑھ رہی ہے، اگر آبادی کی یہی رفتار رہی تو آئندہ کچھ عرصہ میں آبادی کی شرح، غذائی پیداوار کی قدر کے مقابلے میں تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

یہ نظریہ درحقیقت انتہائی نامعقول اور محض وہم تھا، اس لیے مالتھس کے ہم وطن اور ہم عصر دانشوروں نے اسے پذیرائی نہ بخشی، بلکہ خود مالتھس نے اپنے نظریہ کو قابلِ ترمیم جانتے ہوئے ۱۸۰۳ء کو اپنے تحریری مقالے میں کچھ ترمیمات کیں۔

۱۸۳۲ء کو اس نظریہ کے لازمہ اور نتیجہ (مانع حمل) کی معقولیت واہمیت سمجھانے کے لئے ایک امریکی فلاسفر ''چارلس کنولٹن'' نے ایک پمفلٹ لکھ کر مشتہر کرنے کی کوشش کی، جسے اس کے معاشرے نے فحش اور ناشائستہ قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا، بلکہ حکومتی کارندے ضبط بھی کر لیا کرتے تھے، چنانچہ ۱۸۷۷ء میں اس قسم کے پمفلٹس بیچنے پر مقدمہ بھی چلایا گیا، مگر ہر دور میں اس نظریئے کو کہیں نہ کہیں سہارا ملتا رہا، اسی اثناء میں ۱۸۷۸ء میں اس نظریہ کو ہالینڈ میں ایک کلینک قائم کرنے کی کامیابی حاصل ہوئی، پھر اس طرز کا ایک کلینک ۱۹۲۱ء کو لندن میں قائم ہوا۔

اسی طرح ۱۹۱۹ء میں ''مارگریٹ سینگر'' نامی خاتون نے بروکلن (امریکہ) میں اس نوعیت کا کلینک کھولا تو اسے پولیس نے بند کر دیا، مسز سینگر کو قید کر دیا گیا، مگر وہ دنیا کی سب سے پہلی تنظیم ''برتھ کنٹرول لیگ'' بنانے میں کامیاب ہو گئی، یوں رفتہ رفتہ یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا اور پابندیوں کا سلسلہ بھی بتدریج نرم ہوتا گیا اور مانع حمل تدابیر نے مستقل مشغلہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور بالآخر ۱۹۳۶ء میں موانع حمل تدابیر ہر قسم کی پابندیوں سے مغرب کے ہاں قانونا و مذہبا آزاد ہو گئیں، بلکہ آگے چل کر اس آزادی کو دسمبر ۱۹۶۷ء میں باقاعدہ بین الاقوامی موضوع کی حیثیت سے اقوام متحدہ میں زیر بحث لایا گیا اور ایک اسٹیٹ منٹ پالیسی طے کی گئی، اس موقع پر دنیا کے تقریبا ۱۲۶ ارکان نے شرکت کی، ۳۰ نے برتھ کنٹرول پالیسی پر دستخط کیے، جن میں دیگر چند اسلامی ممالک کے علاوہ پاکستان بھی شامل تھا (مستفاد، از تفسیر ماجدی، از دریا آبادی، نظرۃ الاسلام الی تنظیم النسل، دکتور، فقہی مضامین، ڈاکٹر عبدالواحد صاحب، فقہی مباحث، قاسمی، ضبط ولادت۔)

پاکستان میں اس نظریہ کی آبیاری

سوئے اتفاق سے یہ پاکستان کے لئے وہ بدقسمت ایام تھے، جن میں ''ادارہ تحقیقات اسلامی'' کے زیر عنوان ملحدین کی ایک جماعت اسلام کا جدید ایڈیشن تیار کرنے کی خدمت انجام دے رہی تھی، چنانچہ اس جماعت نے بھی اس موضوع (برتھ کنٹرول) کی خوب خوب خدمت کی اور مغرب کی نمک حلالی کا بھرپور حق ادا کیا اور اس موضوع پر انہوں نے اپنے مخصوص زاویہ نگاہ سے ایسے شرعی دلائل وحوالے بھی برآمد کرڈالے، جن کے ذریعہ اسلامی جمہویہ پاکستان کے دین دار معاشرہ کو مالتھس اور سینگر کا نظریہ عین اسلام باور کرانے میں مددمل سکے، ''ادارہ تحقیقات اسلامی'' کی الحادی ٹیم یوں تو خود بھی تحریفات اور تاویلات باطلہ میں ماہرانہ اختصاص کی حامل تھی، اسے کسی اور سے تعاون کی قطعاً ضرورت نہ تھی، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بالعموم مغرب کا فکری وعملی طوفان جب بھی اسلامی دنیا کی طرف اڈتا ہے تو وہ ''مصر'' سے اسلامی سر ٹیفکیٹ ساتھ لیکر آتا ہے، ''ادارۂ تحریفات اسلام'' کی خوش قسمتی اور اہل اسلام کی بدقسمتی سے ضبط ولادت کے موضوع پر مصر کے ایک دکتور ۱۹۶۵ء میں اس موضوع کی بہت بڑی خدمت کرکے فارغ ہو چکے تھے، جنہوں نے اس صیہونی نظریئے کو اس قدر زوردار طریقے سے ''اسلامی نظریہ'' باور کرانے کی کوشش کی کہ ادارہ تحقیقات والوں کی ضرورت بھی بتمام وکمال پوری ہوئی، انہیں نئے اجتہادات کی زحمت سے مستغنی کردیا'' دکتور سلام مدکور مصری'' نے ضبط ولادت کے نظریئے کو اسلام کے ایک اہم جزء کی حیثیت سے سمجھانے کے لئے جتنی ممکنہ نصوص ہوسکتی تھی ان سے استشراقی اوزاروں کے ساتھ ایسے دلائل گھڑے ہیں کہ بعد والے تمام مجوزین کے لئے اب تک توشۂ فساد بنا ہوا ہے۔ اپنے فکری پیروکاروں پر دکتور موصوف نے مزید کرم یہ بھی فرما رکھا ہے کہ تحدید نسل، ضبط ولادت اور آبادی پر رکاوٹ کی نفی کرنیوالی نصوص میں زبردست تاویلیں بھی کردی ہیں

میرے خیال میں جو آدمی، تحدید نسل کے صیہونی نظریہ کو اسلامی کہنے کے لئے بضد ہو، دین اسلام میں تحریف کی حدود سے گھبراتا نہ ہو اور دین میں مداہنت اس کے ہاں معمولی چیز ہو وہ دکتور سلام مدکور کے استنباطات اور اس کی تاویلات کو لیکر ضبط ولادت (تحدید نسل) کے فکر وعمل کو ''اسلامی'' کہہ سکتا ہے۔

یک مسلمان کے لئے تفصیل میں جائے بغیر جس قدر شواہد کی ضرورت ہے، وہ ملاحظہ ہوں۔

ا:...افرادی قوت اور عددی کثرت، اللہ تعالیٰ کے ان احسانات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے بطور خاص جتلائے ہیں، سورۂ اعراف میں ارشاد ہے:

"واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثر کم...... الآیۃ. (الاعراف ۸۶)

ترجمہ:...''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، پھر تمہیں بڑھادیا''

۲:...ذخیرۂ احادیث میں ایسی لاتعداد نصوص موجود ہیں، جن میں واضح طور پر یہ مضمون موجود ہے کہ افرادی قوت میں اضافہ، مردم شماری میں کثرت، زیادہ اولاد کی پیدائش اور خواہش، اسلام کا بنیادی تقاضا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقاضے کو کبھی ترغیب کی صورت میں، کبھی دعاء کی صورت میں اور کبھی صریح تاکید کی صورت میں بیان فرمایا ہے، اس موضوع پر چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱:" عن ام سلیم انها قالت: یارسول اللہ! خادمك انس ادع اللہ له، فقال: اللّٰهم اکثر ماله وولده وبارك له فیما اعطیته، قال انس: فو اللہ مالی لکثیر، وان ولدی وولد ولدی یتعادون علی نحو المائة الیوم." (مسلم:۲۹۸۲)

ترجمہ:...... "حضرت ام سلیم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ! آپ اپنے خادم حضرت انسؓ کے لئے دعا فرمادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کے مال واولاد کو زیادہ کرے اور برکت دے اس میں جو اس کو دیا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم میرا مال بھی بہت ہے اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد آج سو سے بڑھ کر ہیں"۔

۲:". تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم......" (ابو داؤد، ۵۲)

ترجمہ:...... "محبت کرنے والی، زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا"۔

۳:"وعن عیاض بن غنم قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ذات یوم: یاعیاض! لا تزوجن عجوزا ولا عاقرا فانی مکاثر بکم."

(مستدرک حاکم:۴/۳۳۹، ط: دارالمعرفۃ)

ترجمہ:۔ "حضرت عیاض بن غنمؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے عیاض! عمر رسیدہ اور بانجھ عورت سے ہرگز نکاح نہ کرنا، کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا"۔

۴:" إنی فرطکم علی الحوض، وإنی مکاثر بکم الامم فلا تقتلن بعدی."

(سنن ابن ماجه: ص: ۲۸۳)

ترجمہ:...... "حوض پر میں تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہارے ذریعہ دیگر امتوں پر فخر کروں گا، پس میرے بعد قتل وقتال ہرگز نہ کرنا"۔

۵:". وإنی مکاثر بکم الامم اوالناس فلا تسودوا وجهی." (شرح مشکل الاثار: ۱/۳۲)

ترجمہ:...... "میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا، تم ہرگز مجھے رسوا نہ کرنا"۔

۶:"وإنی مکاثر بکم الامم، لا تسودن وجهی." (الآحاد المثانی: ۳۵۱۵)

ترجمہ:...... "میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا، تم ہرگز مجھے رسوا نہ کرنا"۔

۷:" عن محمد بن سیرین قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: دعوا الحسناء العاقر

وتزوجوا السوداء الولود، فانی اکاثر بکم الامم یوم القیٰمة، حتیٰ السقط یظل محبنطیا أی متغضبا ، فیقال له: ادخل الجنة، فیقول: حتیٰ یدخل أبوای ، فیقال: ادخل انت وابواك."

(مصنف عبد الرزاق ۱۶۰۸)

ترجمہ:۔ ''محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوبصورت بانجھ عورت کو چھوڑ دو اور کالی زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، میں تمہاری کثرت کے ذریعہ قیامت کے دن اور امتوں پر فخر کروں گا، یہانتک کہ...... اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا، وہ کہے گا: میں اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک میرے والدین کو بھی جنت میں داخل نہ کیا جائے، پس کہا جائے گا تم اپنے والدین کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ''۔

۸:۔ **"ان رجلا أتیٰ النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال: ابنة عم لی ذات میسم ومال، وھی عاقر أفأتزوجھا؟ فنھاہ عنھا، مرتین أو ثلاثا، ثم قال: لإمراۃ سوداء ولود أحب الیّ منھا، أما علمت أنی مکاثر بکم الامم ."** (مصنف عبد الرزاق:۲۱۶)

ترجمہ:۔ ''ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میرے چچا کی بیٹی مالدار عورت ہے اور وہ بانجھ ہے، کیا میں اس سے نکاح کرلوں؟ آپ ﷺ نے اس شخص کو اس نکاح سے منع کیا، دو یا تین بار فرمایا: کالی زیادہ بچے جننے والی عورت مجھے اس سے زیادہ پسند ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ میں تمہاری کثرت پر دیگر امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا''۔

۹:۔ **"قال النبی صلی اللہ علیه وسلم: أن تنکح سوداء ولودا خیر من أن تنکحھا حسناء جملاء لا تلد** (مصنف ابن ابی شیبه :۲۱۶)

ترجمہ:۔: ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم کالے رنگ والی زیادہ بچے جننے والی عورت سے نکاح کرو، یہ بہتر ہے اس سے کہ تم خوبصورت حسین وجمیل بانجھ عورت سے نکاح کرو''۔

۱۰:۔ **" سوداء ولود خیر من حسناء لا تلد ، إنی مکاثر بکم الامم حتیٰ بالسقط."**

(المعجم الکبیر، معاویة بن حکم السلمی ۳۱۶۹)

ترجمہ:۔ ''کالے رنگ کی زیادہ بچے جننے والی عورت بہتر ہے خوبصورت بانجھ عورت سے، میں تمہاری کثرت کے ذریعہ دیگر امتوں کے مقابلے میں فخر کروں گا، یہانتک کہ گرا ہوا لوتھڑا بھی کثرت میں شمار ہوگا''۔

اس مضمون کی بے شمار حدیثیں کتب حدیث میں موجود ہیں، بطور نمونہ یہ چند احادیث ان اہل اسلام کے لئے نقل کی جارہی ہیں جو حدیث کو حجت مانتے ہیں اور صریح حدیثوں کے مقابلے میں کٹ حجتیوں کو دین وایمان کے منافی خیال کرتے ہوں، ورنہ ایک نظریہ قائم کرکے اس کے تحت دلائل جمع کرنے اور اس کے معارض دلائل کو رد کردینے والوں کا تاقیامت کوئی علاج نہیں، کیونکہ ایسے لوگوں کے لئے تاقیامت امہال وانظار کا فیصلۂ خداوندی صادر ہو چکا ہے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے اگر کوئی شخص '' خاندانی منصوبہ بندی'' کے حوالے سے شریعت کا واضح موقف جاننا

چاہے اور مزاج نبوت اپنانا چاہے تو اس کے لئے درج بالا صریح روایات کافی ہیں، ایک بادی النظر شخص بھی ان روایتوں سے مندرجہ ذیل فوائد اخذ کرسکتا ہے:

۱...... مسلم آبادی کی کثرت اور بڑھوتری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو اور تمنا تھی۔

۲...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی کثرت اور بہتات کے لیے خصوصی ترغیبات دی ہیں۔

۳...... افرادِ امت اور کثرت اولاد کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی دعائیں ارشاد فرمائی ہیں۔

۴...... امت کی کثرت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باعثِ فخر اور قلت (محدود ہونے) کو باعثِ شرمندگی ٹھہرایا ہے۔

۵...... کثرت میں ناتمام لوتھڑا (گرا ہوا حمل) بھی شمار ہوگا۔

۶...... حسن و جمال اور مال و متاع جیسے کمالات کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت ولادت اور تولیدی صلاحیت کو باعثِ کمال اور لائقِ نکاح قرار دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ جو اہلِ علم ''عزل'' کی رخصتوں کے سہارے مروجہ خاندانی منصوبہ بندی/ضبطِ ولادت کا جواز بتانے کے لیے مختلف دلائل پیش کرتے ہیں، کیا وہ مسلمانوں کو یہ بتاسکتے ہیں کہ:

۱...... کیا مروجہ خاندانی منصوبہ بندی کے جواز کے لیے اس درجہ کی کوئی ایک روایت بھی موجود ہے، جس میں یہ صراحت ہو کہ آبادی کم رکھنا اور بچوں کی تعداد ہرگز نہ بڑھانا؟

۲...... خاندانی منصوبہ بندی کی نفی کرنے والی روایات جس قدر صریح اور واضح ہیں، کیا اس کو ثابت کرنے والی روایات بھی اس قدر صریح اور واضح ہیں؟

۳...... کیا پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی ایک ایسی روایت پائی جاتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ زیادہ بچے پیدا کروگے تو فقر و فاقہ اور تنگدستی کا شکار ہو جاؤ گے؟

۴...... کیا کوئی ایک ایسی (ضعیف ہی سہی) روایت مجوزین بتاسکتے ہیں جس میں ارشاد ہو کہ اپنی آبادی کو کم رکھنا، ورنہ قیامت میں مجھے شرمساری کا سامنا ہوسکتا ہے؟

۵...... مجوزین حضرات کوئی ایک ضعیف یا موضوع روایت بھی دکھا سکتے ہیں جس میں یہ فرمایا گیا ہو کہ شادی کے لیے ایسی عورتوں کا انتخاب کرنا جن میں بچے جننے کی صلاحیت نہ ہو یا ہو تو بالکل کم ہو؟

اگر خاندانی منصوبہ بندی کو جواز فراہم کرنے والے ان سوالوں کا جواب نفی میں دیں اور یقیناً جواب نفی میں ہی ہوگا تو ان سے خیر خواہانہ گزارش ہے کہ ان کا طرزِ عمل شریعت اسلامیہ سے متصادم جا رہا ہے، ان کی کاوشیں مزاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

سے معارضہ کر رہی ہیں، لہٰذا اگر مجوزین خاندانی منصوبہ بندی کے موضوع کو دین کا مسئلہ سمجھ کر اس کا جواز ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور اپنی نیتوں میں مخلص ہیں تو انہیں اپنے مؤقف پر ضرور نظرِ ثانی کرنی چاہیے، ہاں! اگر کوئی مسلم دانشور مالتھس کے نظریے کی فقہی تخریج کو اسلامی خدمت کہنے پر مُصر ہو تو اس کا معاملہ الگ ہے۔۔ یہ نظریہ کسی غلط فہمی پر مبنی نہیں ہے، جو دلائل اور براہین سے تبدیل ہو سکے، بلکہ یہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قائم ہوا ہے، جو کسی دلیل اور حجت کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے اس کی تاویل وتردید کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر بجالانے کے لیے کمر بستہ ہے۔ یہ سلسلہ گذشتہ نصف صدی سے اسلامی دنیا میں قائم ہے، اس اکھاڑے میں پہلے صرف تجدد پسند طبقہ شریک تھا، اب مختلف عناوین کے تحت متدین علماء کرام کو بھی شریکِ موضوع بنایا جا رہا ہے۔ علماء کرام نیک مقاصد کے تحت ایسی مجالس میں شریک ہوئے ہیں اور اہل مجالس ان کی شرکت کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

ضبط ولادت اور اسلامی نقطۂ نظر

''تحدید نسل'' کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد اب ضبط ولادت سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

ضبطِ ولادت یا منعِ حمل کا موضوع اس معنی کر فقہی موضوع کہلاتا ہے کہ اس کے لیے جو بنیاد بتائی جاتی ہیں، اس بنیاد پر فقہاء کرام نے حسبِ موقع کلام کیا ہے، وہ ''بنیاد'' ''عزل'' ہے (بیوی یا باندی سے اس طور پر شہوت پوری کرنا کہ مادہ منویہ کا اخراج محل میں نہ ہو) اس مسئلے پر حدیث وفقہ کی ہر کتاب میں تقریباً بحث موجود ہے، کہیں گنجائش کا بیان ہے اور کہیں ممانعت ونکیر کو وضاحت وصراحت کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے، اس موضوع پر مفصل بحث ابن قیم رحمہ اللہ کی زاد المعاد اور امام غزالی رحمہ اللہ کی احیاء العلوم میں آداب المعاشرہ کے تحت مذکور ہے، مفصل بحث کے چند مندرجات کو خاندانی منصوبہ بندی کا حامی طبقہ اپنی حمایت میں زور وشور سے پیش کرتا ہے۔

حالانکہ ان پر لازم تھا کہ وہ دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں بھی مزاجِ نبوی کا ادب بجالاتے اور امام غزالی رحمۃ اللہ کے فلسفی نقطۂ نگاہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ احکام شریعت کی عقلی حکمتوں و مصلحتوں سے بحث کرنا، احکام شریعت کے دینی وروحانی ثمرات کے ساتھ مادی فوائد سمجھانے کے لئے امام غزالی رحمۃ اللہ کا خاص طریقہ کار ہے، ایک ادنیٰ درجہ کا طالب علم بھی اگر امام غزالی رحمۃ اللہ یا دیگر اسلامی فلاسفروں کی اس موضوع پر گفتگو کا جائزہ لے تو واضح طور پر معلوم ہوگا کہ یہ بزرگ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ''عزل'' کی ناپسندیدگی کے باوجود گنجائش کے بیان میں کیا حکمت ہے؟ اسباب ووجوہ کیا ہیں؟ دوسرے یہ کہ گنجائش اور رخصت کے لیے کیا کیا شرائط ہونی چاہئیں؟۔

غور فرمایئے کہ ''عزل'' کے جواز کے لئے حکمت کا بیان اور شرائط کا التزام خود اس بات کی دلیل ہے کہ ''عزل'' کا مسئلہ اتنا عام الوقوع یا مطلق الجواز نہیں ہے، جتنا اسے سمجھا اور باور کرایا جا رہا ہے، مگر جن لوگوں نے اسے ہر حال میں جائز ثابت کرنا ہے اور اس پر عمل کو کارِ ثوب باور کرانا ہے، انہیں کسی عبارت میں عزل کے ساتھ بس لفظِ ''جائز'' کے علاوہ کچھ دیکھنا، سوچنا اور پڑھنا ہی نہیں ہے، یہ نفسیاتی مسئلہ ہے فقہی نہیں۔

عزل اور احادیثِ نبویہ علیہ السلام

خاندانی منصوبہ بندی کے علم برداروں کے شرعی مشیر ''نس بندی'' کو منصوبہ بندی باور کرانے کے لیے عام طور پر ان احادیث مبارکہ کو پیش کرتے ہیں جن سے بظاہر ''عزل'' کا جواز ثابت ہوتا ہے، حالانکہ صحیح دینی رائے قائم کرنے کے لیے ان روایتوں کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے جن میں عزل کی ناپسندیدگی کا تذکرہ ہے، نیز یہ بات بھی انتہائی غور طلب تھی کہ آیا عزل کا مسئلہ شریعت کے تعبدی امور میں سے ہے یا میاں بیوی کے مخصوص تعلق کے ضمن میں محض انفرادی اور خانگی مسئلہ ہے؟

اس لیے ذیل میں اس مضمون کی دونوں طرح کی چند روایتیں نقل کرنے کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہیں، چنانچہ عزل کے جواز پر پیش کی جانی والی مشہور روایت یہ ہے:

۱: ''قال عمر :واخبرني عطاء انه سمع جابرا رضي الله عنه يقول: كنا نعزل والقرآن ينزل.''

۲: ''وفي رواية: كنا نعزل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فلم ينهنا.''

۳: ''وفي رواية: عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يعزل عَن الحرة إلا باذنها.''

۴: دوسری طرف حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جو غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر وارد ہوئی تھی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے یوں ارشاد فرمایا: **''ما عليكم ان لا تفعلوا، ما من نسمة كائنة الى يوم القيٰمة الا وهي كائنة.''**

یعنی اگر تم ایسا نہ کرو تو تمہارا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ جو جان قیامت تک پیدا ہونی والی ہے، وہ ضرور ہو کر رہے گی۔

۵ ...... ایک اور روایت حضرت جذامۃ بنت وہب کی ہے کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: **''ذلك الوأد الخفي، وهي اذا المؤودة سئلت.**

یعنی ''عزل'' خفیہ طریقے سے اولاد کو زندہ در گور کرنے کے مترادف ہے، جو آیت قرآنی **''إذا المؤودة سئلت''**

کے زمرے میں آتا ہے۔

٦ ...... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یوں بھی روایت ہے:

"اصبنا سبیا فکنا نعزل فسألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: أوإنکم تفعلون؟ قالھا ثلاثا، ما من نسمة کائنة الی یوم القیٰمة الا ھی کائنة."

یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے عزل کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ: کیا تم لوگ ایسا کرتے ہو؟ یا جس نفس کو بھی تا روز قیامت پیدا ہونا ہے، وہ بہر حال پیدا ہو کر رہے گی۔

٧ ...... حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

"لا تقتلوا أولادکم سراً، فان الخیل یدرك الفارس. فیدعثره عن فرسه" (ابو داؤد)

٨ ...... حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا:

"إنی أعزل عن امرأتی فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لم تفعل ذلك؟ فقال الرجل: أشفق علی ولدھا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو کان ذلك ضاراً اضر فارس والروم." (مشکوٰۃ المصابیح، ص: ٢٧٦،)

٩: " عن أسامة بن زید قال: جاء رجل إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: إنی أعزل عن امرأتی شفقة علی ولدھا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا، ان کان ذلك فلا، ما ضر ذلك فارس ولا الروم (مسلم)

١٠: " عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه، أنه قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أن یعزل عن الحرة إلا باذنھا (مسند احمد) **وکذا عن ابن عباس قال: نھی عن عزل الحرة إلا بإذنھا** (عبد الرزاق والبیھقی)

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں واضح طور پر یہ بیان موجود ہے کہ "عزل" کے جواز کے ساتھ ساتھ ممانعت اور قباحت و شناعت کا بیان بھی مذکور ہے، البتہ یہ فرق صاف عیاں ہے کہ اجازت کا بیان مخصوص، مشروط و مقید ہے، اور کراہت و ناپسندیدگی کا بیان عموم و اطلاق سے باوصف ہے۔

ممانعت کی روایتوں میں یہ بھی صراحت پائی جارہی ہے کہ اگر عزل کے پیچھے متوقع خدشات و توہمات کارفرما ہوں تو پھر درست نہیں ہے

تیسرا یہ کہ خود "جواز" والی روایتوں سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ "عزل" میاں بیوی کا انفرادی، ذاتی اور صوابدیدی معاملہ ہے، اسے ادارتی و ریاستی مداخلت سے محفوظ اور دور رکھنا چاہیے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے آپ کی ناگواری اور ناپسندیدگی عیاں ہے، مگر کلی طور پر ممانعت نہیں فرمائی، بلکہ کبھی یوں فرمایا کہ: اگر ایسا نہ

کرو تو تمہیں کیا نقصان ہوگا۔ کبھی یوں فرمایا کہ: آزاد عورت کی رضامندی سے ایسا کر سکتے ہو اور خود سب سے بڑا مستدل ''کنا نعزل والقرآن ینزل'' اس بات کا بیان ہے ''عزل'' قانونی و دستوری مداخلت سے آزاد رہا ہے۔

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ''عزل'' کے جواز پر جن روایتوں سے استدلال کیا جاتا ہے، ان روایتوں سے جہاں ''عزل'' کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اس سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے اس انفرادی صوابدیدی عمل میں ریاستی، قانونی یا ادارتی دخل اندازی کا کوئی جواز نہیں، یعنی اس مسئلے کو تنظیم، ادارہ یا ریاست کی سطح پر اٹھانا بالکل درست نہیں ہے۔

چوتھا یہ کہ جواز بتانے کے لئے جو الفاظ و تعبیرات استعمال ہوئے، وہ ناپسندیدگی سے خالی نہیں۔ اس کے مقابلے میں ممانعت والی روایتوں میں بیان حکم کے لیے زیادہ سخت الفاظ استعمال کے لیے گئے ہیں مثلاً ''وادخفی'' (خفیہ طور پر زندہ درگوری)، یہ ڈانٹ کہ نہ کریں۔ اور ''قتل بالسر'' (یعنی خفیہ طور پر قتل کرنا)، تو ہم پرستی کا حصہ قرار دیتے ہوئے اس کے ازالے کے لیے ''عار'' دلانے کے لیے کافروں کی مثالیں دینا وغیرہ وغیرہ۔

اس حقیقت حال کی روشنی میں ''عزل'' کے مجوزین کے مطلق استدلال، طرز استدلال اور یکطرفہ روش تو بہت بڑا سوالیہ نشان ہے؟ البتہ اس مسئلے سے متعلق جہاں تک ابحاث کے علمی پہلو کا تعلق ہے، وہ نہ تو زیادہ طویل ہے، نہ اتنا پیچیدہ اور گنجلک ہے، جسے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ڈھیروں خزانے خرچ ہوں اور ضخیم ضخیم مقالے لکھے جائیں۔

اہل علم کے ہاں علمی بحث کی حیثیت سے ان چند سطروں کا اعادہ بھی کافی ہے جو امام نووی رحمۃ اللہ نے اس موضوع کی دو طرفہ احادیث کو ذکر کرنے کے بعد رقم فرمائی ہیں، ان کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ''عزل'' مطلق مکروہ ہے، کیونکہ یہ قطع نسل کا راستہ ہے، اسی وجہ سے ''عزل'' کو حدیث میں ''وأدخفی'' سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ ''عزل'' نسل کی پیدائش و افزائش کی ایسی ہی ڈاکہ زنی ہے جس طرح زندہ درگوری کے ذریعہ بچے کو قتل کرنے میں ہے۔

دوسری طرف جب ان (منع والی) احادیث کو رخصت و اجازت والی حدیثوں کے ساتھ جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں تو یہی رائے سامنے آتی ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول اور اجازت کا محور و محمل یہ ہے کہ عزل بس حرام نہیں ہے، اجازت کا یہ معنی نہیں ہے کہ کراہت ہی ختم ہو گئی،

بنا بریں صحیح نقطۂ نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ''عزل'' نہ تو بالکل حرام ہے اور نہ بلا کراہت جائز ہے، جہاں جن صورتوں میں کراہت کے ساتھ جائز ہے وہ شریعت کا لازمی تعبدی حکم ہرگز نہیں، جسے بلا روک ٹوک بے حجابانہ اختیار کیا جائے، اسے پیشہ اور مشن بنایا جائے اور سرکاری یا غیر سرکاری اداروں کی مستقل مصروفیت میں دیا جائے، بلکہ یہ میاں بیوی

کا باہمی انفرادی، نجی اور بند کمرے کا صوابدیدی معاملہ ہے، وہ ان کے ذاتی حالات کے تناظر میں زیادہ سے زیادہ مباح عمل ہے۔

اور مباحات کا ضابطہ امام شاطبی رحمۃ اللہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ ''ھو تابع للأغراض '' اگر مباح اعمال کا محرک صحیح غرض ہو تو صحیح ہے اور اگر مباح اعمال میں غرض فاسد کی تحریک شامل ہو یا عام معمول کے مطابق مباح عمل کسی ممنوع کام کے لیے وسیلہ بنتا ہے تو ایسے مباح کو ممنوع کا م کا وسیلہ ہونے کی بنا پر اختیار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (الموافقات:۱/۱۷۶)

لہٰذا یہ کہنے کی مطلق گنجائش ہے کہ اگر عزل کی رخصتوں کی بنیاد پر منع حمل کی احتیاطی تدابیر میاں بیوی ذاتی عوارض کے تحت کریں تو مباح ہے اور اگر خاندانی منصوبہ بندی کے مغربی مشن کی تکمیل کے لیے کریں تو غرض فاسد کی وجہ سے ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿اعتذار﴾

مُجلہ المباحث الاسلامیہ کے بعض احباب کے رُخصت پر جانے، اور بعض دیگر وجوہات کی بناء پر مُجلہ قارئین کرام کو قدرے تاخیر سے مل رہا ہے۔ انتظار کی زحمت پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ آئندہ آپ کے ذوقِ مطالعہ کا سامان لیے مُجلہ بروقت پہنچے گا۔